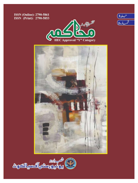

علمی و تحقیقی مجلہ "محاکمہ" یونیورسٹی آف سیالکوٹ

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

مہک غفور، ایم فل اردو، گورنمنٹ کالج ویمن یونیورسٹی، سیالکوٹ

ڈاکٹر محمد خرم یاسین، لیکچرر شعبہ اردو، گورنمنٹ کالج ویمن یونیورسٹی، سیالکوٹ

"کئی چاند تھے سرِ آسماں" کے انگریزی اور اُردو نسخہ جات: تحقیقی و تنقیدی جائزہ

A Comparative and Critical Study of English and Urdu Versionsof Novel

"Kai Chand They Sar-e-Aasman"

Mahik Ghafoor, M.Phil, Govt. College Women University, Sialkot

Mehakghafoor00@gmail.com

Dr. Muhammad Khurram Yasin, Lecturer, Govt. College Women University, Sialkot

(Correspondance Author) khuram.yasin@gcwus.edu.pk

Abstract

Shamsur Rahman Faruqi, a luminary in Urdu literature, stands as a towering figure renowned for his dual prowess as a writer and critic. His contributions to both critical analysis and creative expression are exemplified in works like "Shair-e-Shor Angez" and the acclaimed novel "Ka'e Chand Thay Sar-e-Asman." The latter, hailed as a masterpiece, chronicles the life of Wazir Khanum against the backdrop of the Mughal Empire's decline and British colonial ascension, symbolizing an era of cultural transition. Faruqi's intricate narrative weaves together Urdu and Persian idioms, offering readers a vivid portrayal of the societal tapestry of the time.The significance of Faruqi's work extends beyond its original Urdu text, as evidenced by his meticulous English translation titled "The Mirror of Beauty." This translation endeavor, while challenging, not only captures the linguistic essence but also delves into the cultural intricacies, bridging the gap for a wider audience. A critical examination of both versions unveils nuanced differences, especially in narrative structure and cultural nuances, underscoring Faruqi's endeavor to preserve the essence of the original while catering to English readers. This research, titled explores

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

the impact of Faruqi's translation on the novel's cultural and societal representations. By dissecting both versions, it seeks to offer insights into the complexities of cross-cultural communication, serving as a valuable resource for translators and scholars alike. Faruqi's work transcends mere literary translation, embodying a cultural exchange that enriches our understanding of Indo-Islamic civilization and the literary landscape of the 18th and 19th centuries. Through this exploration, the study aims to foster greater global understanding and appreciation for the rich heritage of Urdu literature.

Key Words:Shamsur Rahman Faruqi, Urdu literature, Comparative analysis, Translation studies, Cultural exchange, Ka'e Chand Thay Sar-e-Asman, Cross-cultural communication

شمس الرحمٰن فاروقی اردو ادب کے نہایت اہم ادبا و ناقدین کی صفِ اول میں شمار ہوتے ہیں۔ انھوں نے اپنے دورِ حیات میں جہاں "شعر شور انگیز" لکھ کر اپنی تنقیدی بصیرت کا لوہا منوایا، وہیں "کئی چاند تھے سرِ آسماں" تحریر کر کے تخلیق کے میدان میں سکہ بٹھایا۔ غرض و غایت، پلاٹ کی وسعت، متنوع کرداروں، نو آبادیاتی مسائل اور گنگا جمنی تہذیب کے حوالے سے یہ ناول بجا طور پر "آگ کا دریا" کے بعد اردو ادب کا سب سے بڑا ناول کہلاتا ہے۔ یہ تاریخی ناول ۱۸۱۱ء سے ۱۸۵۶ء تک کے نو آبادیاتی عہد کو گرفت میں لیتا ہے اور نواب مرزا خان داغ دہلوی کی والدہ وزیر خانم کے گرد گھومتا ہے۔ وزیر خانم کے آباؤ اجداد کا تعلق کشن گڑھ سے تھا جن میں سے میاں مخصوص اللہ نے ایک خیالی تصویر بنا کر راجہ کو پیش کی تھی لیکن راجہ کی بیٹی من موہنی سے مشابہت کی وجہ سے راجہ نے غیرت کے نام پر اپنی بیٹی کو قتل کر دیا اور سزا کے طور پر مخصوص اللہ کو وطن بدر کر دیا۔ وہاں سے میاں مخصوص اللہ کشمیر آئے اور یہاں قالین بافی کا ہنر سیکھ کر شہرت حاصل کی۔ ان کے بیٹے محمد یحییٰ نے والد کے اس پیشے کو آگے بڑھایا۔ محمد یحییٰ کے ہاں دو بیٹوں یعقوب اور داؤد کی پیدائش ہوئی جنھوں نے تجارت کا پیشہ اپنایا اور فنِ موسیقی میں مہارت حاصل کی۔ یعقوب کی وفات کے بعد اس کے بیٹے یوسف کی پرورش ایک طوائف کے ہاتھوں ہوئی اور اس کی شادی اسی طوائف کی بیٹی سے کر دی گئی۔ ان کی اولاد میں تین بیٹیوں کی پیدائش ہوئی جن میں انوری خانم (بڑی بیگم)، عمدہ خانم (منجھلی بیگم)، اور وزیر خانم (چھوٹی بیگم) شامل تھیں۔ اس پس منظر کے بعد یہ ناول وزیر بیگم کے گرد گھومتا ہے۔

ناول میں وزیر بیگم کو بلا کا خوبصورت دکھایا گیا ہے جس کے حسن سے عمر بھر عمائدین شہر متاثر رہے اور اپنے نکاح میں لیتے رہے۔ بد قسمتی سے ایک ایک کر کے سبھی کسی نہ کسی المیے کا شکار ہو کر وزیر بیگم سے بچھڑ گئے اور وہ ناول کے اختتام تک تنہا رہ گئیں۔ مثلاً انگریزی افسر مارسٹن بلیک جس کی خواجہ بختیار کے دربار سے لوٹتی وزیر خانم سے اتفاقی ملاقات ہوئی، اس نے انھیں گھر پہنچایا اور وزیر خانم کے آگے دل ہار بیٹھا۔ اس تعلق سے وزیر بیگم کے ہاں دو بچوں کی پیدائش ہوئی لیکن اس کی ناگہانی موت پر انگریز خاندان نے ماں سے بچے چھین کر چلتا کیا۔ دہلی میں اس کی ملاقات نواب شمس الدین سے ہوئی جس سے متعہ کے ذریعے نواب مرزا خان داغ دہلوی کی پیدائش ہوئی۔ اسی دوران

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

میں ولیم فریزروزیر خانم پر فریفتہ ہو گیااور چپقلش بڑھی تو نواب شمس الدین نے اپنے ملازم کی مدد سے اسے قتل کروادیا۔ قتل کے الزام میں نواب شمس الدین کو سولی چڑھا دیا گیااور یوں ایک بار پھر وزیر خانم تنہارہ گئی۔ اس کے بعد اس کا نکاح آغاتراب علی سے ہوا جسے ٹھگوں نے تجارت سے واپس آتے ہوئے قتل کر دیا۔ اس کے بعد وزیر خانم بہادر شاہ ظفر کے ولی عہد مرزافتح الملک عرف مرزافخرو کے نکاح میں آئی لیکن مرزافخرو کے انتقال کے بعد اسے پھر سے محل بدر کر دیا گیا۔ یوں یہ ناول وزیر بیگم سے برصغیر کے دگر گوں حالات تک کئی المیوں کو بیان کرتا ہے۔ ایسے اور برصغیر کی نو آبادیاتی تاریخ کے علاوہ اس ناول کا ایک نہایت جان دار پہلو اس میں تہذیب و ثقافت کا بیان ہے۔ اس حوالے سے راقم نے ایک مضمون میں تحریر کیا تھا:

> "یہ ناول متنوع اور کثیر الجہات تہازیب کا ایک گلدستہ دکھائی دیتا ہے جس میں کہیں مغلیہ دربار سے منسلک رسوم رواج، نشست وبرخاست کے نمونے دکھائی دیتے ہیں، کہیں دہلی اور لکھنو کی تہذیب کے آثار نظر آتے ہیں، کہیں مختلف پیشوں اور ان سے منسلک لوگوں کے حالات وواقعات جزئیات نگاری کے سانچے میں ڈھلتے ہیں تو کہیں محلاتی سازشیں ،فنونِ لطیفہ میں موسیقی ، رقص ، شاعری اور شبیہ سازی کے نمونے نظر آتے ہیں۔ شمس الرحمٰن فاروقی چونکہ قدیم اردو، اس کے مختلف لہجے، فارسی روز مرہ اور تہذیب و ثقافت سے مکمل واقف تھے ، اس لیے انھوں نے منظر کشی اور مکالمہ نگاری کرتے ہوئے ان سب کا بہترین استعمال کیا ہے۔ کئی الفاظ و تراکیب ایسی ہیں جنھیں سمجھنے کے لیے لغات کا سہارالیناپڑتا ہے جب کہ کئی مقامات پر فارسی سے ناواقفیت کی بناپر متن کے ابلاغ سے بھی دوچار ہوناپڑتا ہے۔"(۱)

چونکہ ناول میں نشست وبرخاست، آلاتِ موسیقی، کھانے، ان کی اقسام اور اس کے استعمال کے برتن، اوڑھنے بچھونے، سفر اور دیگر امورِ زندگی کے لیے ایسے سینکڑوں الفاظ استعمال کیے گئے ہیں جو عہدِ پارینہ کا حصہ ہو چکے، اس لیے ناول کا ترجمہ ایک مشکل کام تھا۔ اس مشکل کو دیکھتے ہوئے اس کا ترجمہ خود شمس الرحمٰن فاروقی نے "The Mirror Of Beauty" کے عنوان سے کیا۔ ناول میں سے محض چند پیراگراف ملاحظہ کیجیے جن سے اندازہ لگانا مشکل نہیں رہتا کہ قدیم تہذیب و ثقافت سے مزین اس ناول کا ترجمہ کس درجہ مشاق طلب اور جوئے شیر لانے کے مترادف ہو گا:

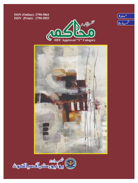

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

"مارسٹن بلیک کے قافلے میں، جو عازم جے پور تھا، آرائش اور گوٹے ٹھپے سے جگمگاتا ہوا اور تازہ پھولوں کے گجروں سے لہکتا ہوا اور تازہ ہری ترہات سے ہریالا بنا ہوا ایک رتھ بھی تھا وزیر خانم عرف چھوٹی بیگم زرق برق حجلۂ عروسی میں محل اس میں سوار تھیں۔(۲) کیسی کششیں ہیں اور کیسے جوڑ۔ صرف ایک دو دوارے اور نہ جانے کتنی کششیں۔ مرگ، نیست ہست اور بے خوابیم کو بھی یوں لکھا تھا کہ "بے" اور "خوابیم" میں بھی کشش ڈال دی تھی۔ اور علم کی طرح دل میں کھبے ہوئے۔ "ایں" اور "آں" اور "افسانہ" کے الف۔ این نیست آن ہست کہ بہ افسانہ گذرد کیا پر اسرار بات ہے اور اس موقعے پر تو اور بھی رمز ناک معلوم ہوتی ہے۔"(۳)

چنانچہ شمس الرحمٰن فاروقی نے ناول ترجمہ کرتے ہوئے اس قدر محنت سے کام لیا ہے کہ یہ ترجمہ محض لفظی ترجمہ نہیں رہا بلکہ کچھ اضافے اور ترمیم کے ساتھ گویا ایک نیا نسخہ بن گیا ہے۔ ترجمہ صرف زبان کی تبدیلی کا نام نہیں ہے۔ زبان چونکہ بذاتِ خود تہذیب و ثقافت کی آئینہ دار ہوتی ہے، اس لیے اس سے مکمل واقفیت کے بنا بین المتون تک رسائی حاصل کرنا اور دوسری زبان کے قالب میں ڈھالنا ممکن نہیں رہتا۔ اس ضمن میں ایک ایسے ناول کا ترجمہ جس میں ادبی زبان اور قدیم تہذیب و ثقافت کے الفاظ و اشارات جا بہ جا موجود ہوں، اس کا ترجمہ زیادہ دقت طلب واقع ہوتا ہے۔ اس حوالے سے پروفیسر ظہور الدین تحریر کرتے ہیں۔

"ترجمہ ایک زبان کے مافی الضمیر کو دوسری زبان میں پیش کرنے کا نام ہے۔ یعنی ایک زبان میں جو کچھ کہا گیا ہے اُسے دوسری زبان میں پوری وضاحت کے ساتھ پیش کرنا ہے۔"(۴)

اسی حوالے سے ڈاکٹر حامد بیگ بھی رقم طراز ہیں کہ ترجمہ محض لفظی نہیں ہوتا بلکہ کسی زبان کو دوسری میں منتقل کرتے ہوئے اس کی تعبیر کی جاتی ہے اور یہ ظاہر ہے آسان امر نہیں ہے، مکمل محنت شاقہ کا متقاضی عمل ہے۔

"کسی تحریر، تصنیف، تالیف کو کسی دوسری زبان میں منتقل کرنے کا عمل ترجمہ کہلاتا ہے۔ یوں کہا جا سکتا ہے کہ ترجمہ کسی متن کو دوسری زبان میں

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

منتقل کرتے ہوئے اس کی تعبیر کرنا ہے۔ یعنی ترجمے کا عمل ایک علمی یا ادبی
پیکر کو دوسرے پیکر میں ڈھالنے کا عمل ہے۔"(۵)

اس ضمن میں شمس الرحمٰن فاروقی کا کام قابلِ تعریف ہے جنھوں نے اپنے ہی اس ناول کو انگلش میں ڈھالا جسے پڑھنے کے لیے عام قاری کو کوئی لغات کا سہارا لینا پڑ جاتا ہے۔ دونوں نسخے سامنے رکھیں تو ناول کے ضمن میں جو چند چیدہ فرق نمایاں ہوتے ہیں وہ درج ذیل ہیں:

1. اردو ناول کی نسبت انگریزی ترجمے میں ابواب کے عنوانات تبدیل ہیں۔ مثلاً ابواب عنوانات کے بجائے 1، 2، 3، 4 وغیرہ سے شروع ہوتے ہیں اور گنتی کے ساتھ انگریزی کا کوئی ایسا جملہ لکھ دیا جاتا ہے جسے پورے باب کا خلاصہ کہا جا سکتا ہے۔
2. اردو اور فارسی کہاوتوں کو انگلش میں ترجمہ کرتے ہوئے سلیس انگلش میں بیان کیا گیا ہے۔
3. اردو اور فارسی شاعری کا سلیس انگلش ترجمہ کیا گیا ہے انکی تفہیم وغیرہ نہیں دی گئی۔
4. اہم شخصیات کے سنین پیدائش و وفات انگریزی نسخے میں درج کیے گئے ہیں جب کہ اردو نسخے میں موجود نہیں ہیں۔
5. ایسے چھوٹے شہر جن کا ذکر ضروری نہیں، انگلش نسخے میں انھیں نظر انداز کیا گیا ہے۔
6. ایسے الفاظ و تراکیب جن کا براہ راست ترجمہ یا متبادل انگلش میں ممکن نہ ہو، انھیں انگلش میں کسی قریبی لفظ سے تبدیل کر دیا گیا ہے۔
7. انگلش نسخے میں جہاں جہاں ضروری سمجھا گیا اہم شخصیات و مقامات کی توضیحات پیش کی گئی ہیں۔
8. اردو سے انگلش میں ترجمہ کرتے ہوئے کئی پیراگرافوں کو حذف کیا گیا ہے۔
9. اردو میں وضاحت کرتے ہوئے متن قوسین میں دیا ہے جب کہ انگریزی نسخے میں زیادہ تر اسے پیراگراف ہی کا حصہ بنایا گیا ہے الگ سے نہیں دیا گیا۔
10. دونوں نسخہ جات میں بیان کی گئی سنین میں بھی فرق موجود ہے۔

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

اس ضمن میں ناول کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ اُردو ناول میں پہلا باب "وزیر خانم" کے عنوان سے قائم کیا گیا ہے جب کہ انگریزی نسخے کو "Prelude" یعنی تمہید سے شروع کیا گیا ہے اور باب اول کو "1" کا عنوان دیا گیا ہے۔ اردو ناول میں ہر باب کو کسی نہ کسی عنوان سے شروع کیا گیا ہے جب کہ سارے انگلش نسخے میں ایک بھی باب ایسا نہیں جسے عنوان دیا گیا ہو۔ انگریزی ناول میں وزیر بیگم اور مارسٹن بلیک کی ملاقات کو ڈرامائی انداز میں بیان کیا گیا ہے؛ اُردو نسخے میں ان کی ملاقات کا جو احوال ہے اس کا من و عن ترجمہ نہیں کیا گیا۔ اس کا مطلب ہے کہ شمس الرحمٰن فاروقی کو اس ناول میں بیان کی گئی قدیم تہذیب و ثقافت اور ان کے بیان کے مسائل کا بخوبی اندازہ تھا۔ اس لیے وہ انگریزی ادب کے قارئین کے لیے آسان فہم انداز میں پس منظر پر روشنی ڈالتے ہوئے آگے بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اردو نسخے میں "کیپٹن ایڈورڈ مارسٹن بلیک کمپنی بہادر صاحب مہرولی کے نوبل گاؤں میں شب میلہ سے واپس آتے ہوئے دلی کی سڑک پر کچھ مسافروں کو بچا رہے ہیں۔" کا ترجمہ اس طرح آسان فہم انداز میں کیا گیا ہے:

> "Captain Edward Marsten Blake, the company Sahib, rescues some Travellers on the road to Delhi while returning from the Auspicious Fair at the Nobel village of Mehrauli." (۶)

اردو نسخے میں باب اول میں تحریر کرتے ہیں کہ وسط بیساکھ کے دن تھے اور ریواڑی اور لوہارو کی طرف سے آنے والی ہوا میں جتنی گرمی تھی اس سے زیادہ گرد و غبار تھا۔(۷) انگریزی نسخے میں انھوں نے "ریواڑی اور لوہارو" کے الفاظ حذف کر دیے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ انھوں نے انگریزی قارئین کو غیر ضروری طوالت اور تفصیلات سے بچانے کی کوشش کی ہے۔

> "It was the middle of Baisakh, the hottest month in Delhi." (۸)

اسی طرح باب اول میں اُردو ناول میں بیان ہے کہ قافلے کو دیکھ کر دو بر چھیت سامنے آئے، غبار کی وجہ سے منہ ڈھانپے ہوئے ٹھہر ٹھہر کے پاؤں رکھتے ہوئے، ایک کے ہاتھ میں مشعلہ ایک کے ہاتھ میں بادبان تھی۔ مشعلہ کی وضاحت کرتے ہوئے انھوں نے اس کی جو تفصیل شامل کی ہے اس میں درج ہے کہ ذرا چھوٹی لکڑی کے ایک سرے پر پیتل کا گہرا پیالا نصب کر دیتے تھے، پھر مشعل میں جلانے کا سامان، مثلاً سرسوں کے تیل کی گاڑھی تلچھٹ یا روغن نفت تر کیا ہوا موٹا چیتھڑا، اس میں یوں رکھتے تھے کہ پیالے کی کور اس کے لیے اوٹ کا کام کرتی تھی۔ لہٰذا اس کا شعلہ ہوا سے بجھتا نہ تھا۔ ایسی مشعل کو مشعلہ کہتے تھے۔ دستی اس سے بھی چھوٹی مشعل ہوتی تھی۔ ایسا فانوس، جو چاروں

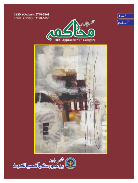

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

طرف سے بند ہو لیکن جس میں ہوا کے لیے ننھے ننھے سوراخ ہوں اور جسے ہاتھ میں لیا جا سکے، بادبان کہلاتا تھا۔ اس طویل تفصیل کو انھوں نے انگریزی نسخے میں حذف کیا ہے اور اس مشعلے کو انگریزی لفظ Lantern سے بدل دیا ہے جسے لالٹین یا لالتین بھی کہا جاتا ہے۔ اس سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں رہتا کہ شمس الرحمٰن فاروقی نے ایسے آلات جو انگریز سرکار کے ہاں ہیئت کی تبدیلی سے استعمال ہوئے ہیں، ان کی اسی ہیئت کا انگلش ترجمہ دیا ہے جو ان کے ہاں مستعمل تھے۔ اسی طرح انھوں نے " خواجہ صاحب بختیار بابا کے گاؤں" کا ترجمہ محض "Village" کیا ہے۔

اُردو ناول میں ایک باب کا آغاز "سوفیہ کے عنوان سے ہوتا ہے۔ ناول میں تحریر ہے چھوٹی بیگم کے بطن سے مارسٹن بلیک کی اولاد میں ایک بیٹا مارٹن بلیک عرف امیر حمزہ اور بیٹی سوفیہ عرف مسیح جان عرف بادشاہ بیگم پیدا ہوئی تھی۔ اُردو ناول میں ان کے بچوں کے مکمل نام درج ہیں مگر انگریزی نسخے میں مکمل نام شامل نہیں کیے گئے، اردو ناموں کو غیر ضروری طور پر حذف کر دیا گیا ہے۔

> "چھوٹی بیگم کے بطن سے مارسٹن بلیک کی دو اولادیں ہوئیں تھیں، ایک بیٹا مارٹن بلیک عرف امیر حمزہ اور بیٹی سوفیہ عرف مسیح جان عرف بادشاہی بیگم۔ سوفیہ اپنے وقت کی حسینوں میں تھیں۔"(۹)

> "Chhoti Begam had two children with Marston Blake: a son Murtin and a daughter Sophia. Sophia was a celebrated beauty" (۱۰)

انگریزی ناول میں شمس الرحمٰن فاروقی بیان کرتے ہیں کہ حبیب اللہ قریشی نے اپنا حسب نسب کیوں چھپایا۔ آگے قوسین میں درج ہے، (اس کی والدہ سوفیہ تھی، وزیر خانم اور مارسٹن بلیک کی بیٹی، اور اس کا باپ امیر اللہ تھا)۔ انگریزی نسخے میں اس جملے کا اضافہ نظر آتا ہے جب کہ یہ اردو ناول کا حصہ نہیں ہے۔

> "It, however, is true that Sophia's other husband was known as Muhammad Amir, or Amirullah, and she had a son by him too.....(to)..... daughter of Wazir Khanam and Marston Blake, and that his father was

Amirullah) is a puzzle that has never been solved."(۱۱)

اُردو ناول میں یہ تحریر ملتی ہے کہ ہندوستان کے صوفیہ اور اہل اللہ میں سیدوں کی تعداد سب سے زیادہ ہے، لیکن کم لوگ یہ جانتے ہیں کہ عبد المطلب (رض) کے بعد صوفیائے ہند کی سب سے زیادہ تعداد آل خطاب (رض) سے ہے۔ اُردو نسخے میں صرف آل عبد المطلب (رض) اور آل خطاب (رض) کا ذکر ہے۔ جب کہ انگریزی نسخے میں عبد المطلب کے آگے قوسین میں (رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے خاندان) اور آل خطاب کے آگے قوسین میں (یعنی عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ کی اولاد جو اسلام کے دوسرے خلیفہ ہے)، کی وضاحتی عبارت درج ہے۔ انگریزی ناول ترتیب دیتے وقت شمس الرحمٰن فاروقی نے محسوس کیا ہو گا کہ عبد المطلب (رض) اور آل خطاب (رض) ان دونوں ناموں سے اُردو قارئین اور مسلمان تو واقف ہونگے، جب کہ غیر مسلم انگریزی قارئین کی آسانی کے لیے یہ تفصیل درکار ہے کہ عبد المطلب (رض) اور آل خطاب (رض) کون ہیں۔ ان تمام باتوں کو مدنظر رکھ کر شمس الرحمٰن فاروقی نے یہاں اضافہ کیا ہے۔ ملاحظہ کیجیے:

"لیکن کم لوگوں کو یہ بات معلوم ہے کہ آل عبد المطلب کے بعد صوفیاے ہند کی سب سے زیادہ تعداد آل خطاب سے ہے۔"(۱۲)

"What many do not know is that after the children of Abdul Muttalib (that is, the family of the Prophet), the predominant clan among the Sufis and saints are the children of Khattab (that is, the father of Omar-e Faruq, the second Caliph of Islam)."(۱۳)

انگریزی ناول میں اسی پیراگراف میں درج ذیل جملے کا اضافہ ملتا ہے۔

"(Variously spelt in India as Faruqui, Farooqui, Farooqee, Farooquee, Faruqi, even Faruki or Farooki (I prefer Farooqui, though purists approve of Faruqi)"(۱۴)

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

یوں تو کسی بھی زبان کو دوسری زبان کے قالب میں ڈھالنا مشکل کام ہے لیکن جب شاعری کی بات ہو تو یہ امر مزید مشکلات سے دوچار ہو جاتا ہے۔اسی وجہ سے شمس الرحمٰن فاروقی نے انگریزی نسخے میں جن اشعار کا ترجمہ شامل کیا ہے، انھیں آسان اور قابلِ فہم بنانے کی کوشش کی ہے۔اس ضمن میں میر تقی میر کا یہ شعر اور اس کا ترجمہ ملاحظہ کیجیے:

"ترا ہے وہم کہ یہ ناتواں ہے جامے میں
وگرنہ میں نہیں اب ایک ہی خیال اپنا ہو "(۱۵)

"It's just your imagining that

There's a feeble body inside my clothes:

In fact, there is nothing there

But a mere idea of myself."(۱۶)

اردو نسخے میں جہاں خلیل اصغر کے حوالے سے تحریر ہے کہ انھوں نے فارسی کی یہ کہاوت کہی "حق بہ حقدار رسید"، انگلش نسخے میں اس کا آسان ترجمہ "حق دار کو اپنا حق مل گیا" دیا گیا ہے۔ایسا کچھ اور کہاوتوں کے ساتھ بھی کیا گیا ہے۔اسی طرح جہاں اُردو ناول میں "کتاب" کے عنوان سے باب کا آغاز ہوتا ہے۔انگریزی ناول میں اسے "3" کے عنوان کے ساتھ شروع کیا گیا ہے جب کہ کتاب کے بارے میں یہ اضافہ دیکھنے کو ملتا ہے:

"A mysterious book appears, and also an unnamed
spirit, enchanting Wasim Jafar." (۱۷)

نسخہ ترتیب دیتے وقت شمس الرحمٰن فاروقی نے نہ صرف اصل متن سے چھیڑ چھاڑ کی ہے، بلکہ کئی پیراگراف کے پیراگراف حذف کر دیے ہیں۔ذیل میں ایک ایسا ہی پیراگراف پیش کیا جا رہا ہے جو انگریزی نسخے میں حذف کیا گیا ہے؛ بہر حال اگر اسے شامل بھی کر دیا جاتا تو کوئی حرج نہ تھا۔ملاحظہ کیجیے:

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

"نام کے اعتبار سے تو "رشحات صفیر" مجموعہ اشعار لگتی ہے، لیکن ہے یہ دراصل تذکیر و تانیث کا لغت۔ اُردو میں تذکیر و تانیث کے انتشار کے باوجود صفیر نے اس کتاب میں اُردو مذکر مؤنث کے قاعدے بھی بیان کرنے یا واضح کرنے کا جوکھم اٹھایا تھا۔۔۔(حذف)۔۔۔گتے کی خاکی اور چمڑے کی کتھئی بھوری رنگت اب تطاول ایام اور میری ہلکی روغن آمیزیوں کے باعث کچھ سیاہ پڑ گئی تھی۔اس سبب سے وہ کتاب، میرا مطلب ہے "رشحات صفیر"، کچھ اور بھی پرانی لگنے لگی تھی۔"(۱۸)

ایک ایسا ہی حذف کیا گیا پیراگراف دیوانِ غالب اور غالب سے متعلق ہے۔ دیوانِ غالب کے حوالے سے جو تفصیلات شمس الرحمٰن فاروقی نے اردو نسخے میں دی ہیں، انگریزی نسخے میں انھیں نظر انداز کیا ہے۔ اردو ناول کا یہ حصہ ملاحظہ کیجیے:

"اچانک مجھے بالکل صاف سمجھ میں آ گیا کہ "نوشہ" نہیں، "نواب" ہے اور "میرزا" کے پہلے ہے۔ "میرزا" کے بعد جس لفظ کو میں "نو۔۔۔" گمان کر رہا تھا وہ "خان" کے "خ" کی بگڑی ہوئی شکل ہے۔ دفعتاً سب آئینہ ہو گیا۔۔۔(حذف)۔۔۔پرانے آدمی اردو کے اپنے لوگ تھے عربی فارسی کے غلام نہ تھے جو "اصطبل" کو بروزن فاعلن باندھنے کو گدھے کی دولتیاں کھانے کے برابر جانتے۔"(۱۹)

جہاں بات عوامی پیشوں اور ان کے لیے مخصوص علاقائی ناموں کی ہے، وہاں بھی شمس الرحمٰن فاروقی نے احتیاط سے کام لیا ہے اور ترجمہ میسر نہ ہونے کی صورت میں ان میں تبدیلیاں کی ہیں۔ مثلاً محمد یوسف کا تعارف کرواتے ہوئے اردو ناول میں انھیں سادہ کار پیشے سے متعلق بتایا ہے جب کہ انگریزی نسخے میں سہولت کے لیے "سادہ کار" کی تفصیل کے لیے ساتھ " maker of plane gold ornaments" کا اضافہ بھی کیا ہے۔ یہ سہولت انھوں نے انگریزی کے قارئین کے لیے پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔

"میرا نام محمد یوسف سادہ کار ہے۔ میں کشمیر الاصل ہوں۔"(۲۰)

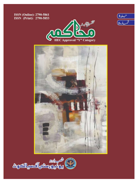

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

"MY NAME IS Muhammad Yusuf. I am a sadahkar, that is, a maker of delicate gold or silver ornaments with no gemstone."(۲۱)

اردو اور انگریزی نسخہ جات میں معمولی ترمیم واضافہ جات کا سلسلہ ایک اور مثال سے ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔ اُردو نسخے میں رقم ہے کہ دو چار برس اور گذرے میاں چترا اب مخصوص اللہ نقاش بن گیا تھا۔ جب کہ انگریزی نسخے میں چار کی جگہ چند برس کا ذکر ہے۔ اُردو نسخے میں میاں مخصوص اللہ کی کپواڑا کی کشمیری لڑکی سلیمہ سے شادی کا ذکر ہے جب کہ انگریزی نسخے میں مخصوص اللہ اور سلیمہ کی شادی کے بارے میں اضافی معلومات بھی درج کی گئی ہیں۔

" اس نے کپواڑا کی رہنے والی ایک کشمیری لڑکی سے شادی کر لی اور وہیں منتقل ہو گیا۔"(۲۲)

"He married Salimah, a girl from Kupwarah, a small town a few miles to the north of Baramulah, and made his home there." (۲۳) "The master of Hindal Purwah is enraged by the threat to his honour."(۲۴)

شمس الرحمٰن فاروقی نے اُردو نسخے میں "مہاراول" کے عنوان سے جس باب کا آغاز کیا تھا، ترجمہ کرتے ہوئے انگریزی نسخہ میں اس کا آغاز "5" سے کیا ہے اور ساتھ مہاراول کے غضبناک رویے کی جانب اشارہ بھی کیا ہے۔ مہاراول کے لیے دیے گئے انگریزی متن کا مطلب ہے کہ، "ہندپرُوا کی عزت کو للکارا گیا ہے جس کی وجہ سے وہ غصے میں ہے"۔ یوں ہر باب ایک ایسے عنوان سے شروع ہو رہا ہے جو بذاتِ خود ڈرامائی نوعیت کا ہے۔

The master of Hindal Purwah is enraged by
۲۴the threat to his honour."()

اسی طرح جہاں اُردو نسخے میں باب "کالا گلاب" کے عنوان سے باب شروع ہوتا ہے، وہیں انگریزی نسخے میں "8" سے شروع کرتے ہوئے اس کے ساتھ ڈرامائی انداز میں درج ذیل اضافہ کیا گیا ہے جس کا مطلب ہے "ایک بہت متوقع پیدائش کے بعد ایک غیر متوقع اور ناقابل یقین موت واقع ہوتی ہے۔" اردو میں ایسا کوئی بھی عنوان موجود نہیں ہے۔

> "A much-awaited birth is followed by an Unexpected and inexplicable death." (۲۵)

شمس الرحمٰن فاروقی نے بالکل اسی طرز پر اُردو نسخے میں "سلیمہ" کے عنوان سے شروع ہونے والے باب کو انگریزی نسخہ میں "9" سے شروع کیا ہے اور اس میں بھی میاں مخصوص اللہ کے بیٹے اور پوتے کے لیے دعائیہ کلمات درج کیے گئے ہیں۔

> "Main Makhsusullah's Sun and grandsons prosper and flourish." (۲۶)

انگریزی ناول میں جہاں اردو کے کئی پیراگراف حذف کیے گئے ہیں، وہیں بہت سے اضافے بھی کیے گئے ہیں۔ مثلاً محمد یحیٰی کی رسم بسم اللہ کی جو تفصیل انگریزی نسخے میں موجود ہے وہ اردو نسخے میں نہیں دی گئی۔ اردو نسخے میں محض "چار برس چار مہینے کی عمر میں محمد یحیٰی کی بسم اللہ ہوئی۔"(٦٧) کا بیان ہے جب کہ انگریزی نسخے میں چار برس کی عمر میں محمد یحیٰی کی رسم بسم اللہ کے ساتھ ساتھ اس کی جزئیات نگاری بھی کی گئی ہے۔ شمس الرحمٰن فاروقی کا یہ عمل بھی یقیناً انگلش قارئین کی سہولت پر مبنی ہے۔ ملاحظہ کیجیے:

> "Muhammad Yahya was initiated in the art of reading when he reached the prescribed age of four years and four months,...(to)... the act is called basmalah and it means, 'to do. or pronounce, the first verse of the Quran'." (۲۷)

اردو ناول میں بیان ملتا ہے کہ جب نواب مرزا "ڈھائی سال کی عمر کو پہنچے تو اُنھیں اشعار اور چھوٹے موٹے گیت لہک لہک کر گانے میں درک حاصل ہونے لگا تھا"۔ جب کہ انگریزی نسخے میں ڈھائی سال کی بجائے تین سال کی عمر کا ذکر آیا ہے۔ کیوں کہ دو ڈھائی سال کا بچہ تو صحیح طرح بول بھی نہیں پاتا تو اتنا چھوٹا بچہ کیسے اشعار کو حفظ کر سکتا ہے۔ یا تو شمس الرحمٰن فاروقی نے اس ضمن میں پہلی تحقیق سے رجوع کیا

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

ہے یا انگریز قارئین کی تنقیدی نگاہ کو دیکھتے ہوئے اسے تبدیل کیا ہے۔ اس سے آگے بڑھیں تو اگلے صفحے پر اُردو نسخے پر مندرجہ ذیل پیرا گراف درج ہے جسے انگریزی نسخے میں شامل نہیں کیا گیا۔

"ایک بہن کو بیاہ کر شمس الدین احمد خان ایک بڑے فرض سے عہدہ برا ہو گئے تھے۔۔۔(حذف)۔۔۔عام طریقے کے خلاف فریزر کی طرف سے جوابی ڈالی بہت معمولی ہوتی تھی لیکن شمس الدین احمد اسے قبول کرنے پر مجبور تھے۔"(۲۸)

ولیم فریزر کی کوٹھی کے بارے میں بھی اردو اور انگلش نسخے میں خاصا فرق نظر آتا ہے۔ اُردو نسخے میں بیان ہے کہ اس کوٹھی کے بارے میں کسی کے حسب ذیل شعر اس زمانے میں بہت مشہور تھے، آگے تین اشعار درج ہیں۔ جب کہ انگریزی نسخے میں تحریر ہے کہ فریزر کے گھر کے بارے میں ہندی میں ایک نظم لکھی گئی جس نے ۱۸۲۰ء کے اوائل میں بہت شہریت حاصل کی۔ اُردو نسخے میں نہ تو یہ ذکر ہے کہ کس زبان کے شعر تھے، نہ ہی کوئی تاریخ درج ہے۔ انگریزی نسخے میں نظم کا ذکر ہے اشعار غائب ہیں جب کہ اُردو میں تین اشعار درج ہیں۔

"وہ چھٹکی ہوئی چاندنی جابجا

وہ جاڑے کی آمد وہ ٹھنڈی ہوا"(۲۹)

اردو ناول میں وزیر بیگم کے حوالے سے درج ہے کہ جب انھیں محل خالی کرنے کے لیے کہا گیا تو انھیں بہت صدمہ پہنچا اور اپنی ڈیوڑھی تک آتے آتے آنکھوں تلے اندھیرا چھا گیا۔ حکیم کو بلوایا گیا مگر ان کے آنے سے پہلے وزیر بیگم ہوش میں آچکی تھی۔ حکیم صاحب نے نسخہ لکھا، چند بوندیں ایک دوا اپنے سامنے پلوائیں اور آرام کی ہدایت دے کر رخصت ہوئے۔ جب کہ انگریزی نسخے میں تحریر ہے کہ، حکیم صاحب نے نسخہ تجویز کیا۔ اپنی ہی تخلیق کردہ ایک خاص دوا کی خوراک اپنی موجودگی میں دی، تین دن مکمل بستر پر آرام کا مشورہ دیا اور سب کو یقین دلایا کہ پریشان ہونے کی کوئی بات نہیں ہے۔ حکیم صاحب کی تخلیق کردہ دوا، آرام کا مشورہ اور پریشانی سے بچنے کی نصیحت ایسی کوئی بات اردو نسخے میں موجود نہ ہے اس کا انگریزی نسخے میں اضافہ دیکھنے کو ملتا ہے۔ ملاحظہ کیجیے:

"اُنھوں نے نسخہ لکھا، چند بوندیں ایک مفرح کے اپنے سامنے پلوائیں اور مکمل آرام کی ہدایت دے کر رخصت ہوئے۔"(۳۰)

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

> "He prescribe some mood elevators, had a dose of a special medicine of his own creation given to her in his presence, advised full bed rest for three days, and left after assuring everyone that there was nothing to worry' about." (۳۱)

یوں "کئی چاند تھے سرِ آسماں" اور اس کے انگلش ترجمے "The Mirror of Beauty" میں ایسے تین سو پچاس سے زائد مقامات کی نشان دہی کی جاسکتی ہے جہاں اردو اور فارسی ضرب الامثال، اہم شخصیات کی پیدائش اور وفات کے سنین کے اندراج، شہروں کی غیر ضروری تفصیلات یا چھوٹے شہروں کے ذکر وغیرہ کے بیان میں فرق موجود ہے۔ اس کے علاوہ انگریزی نسخے میں اہم نکات کی وضاحت، الفاظ کی ردو بدل، آلات کے نام وغیرہ کا فرق بھی موجود ہے جب کہ بہت سے پیراگراف انگریزی نسخے میں توضیحی حوالے سے شامل کیے گئے ہیں یا پھر غیر ضروری طوالت کو دیکھتے ہوئے حذف کر دیے گئے ہیں جن کی چند امثال ما قبل بیان کی جاچکی ہیں۔

حوالہ جات:

1. محمد خرم یاسین، ڈاکٹر، "کئی چاند تھے سرِ آسماں: ایک تہذیبی و ثقافتی جائزہ"، مشمولہ: تحقیقی مجلہ "تصدیق"، شعبہ اردو، رفاہ انٹرنیشنل یونیورسٹی، فیصل آباد، جلد نمبر2، شمارہ نمبر4، ص:69-268

2. شمس الرحمٰن فاروقی، "کئی چاند تھے سرِ آسماں"، کراچی: شہرزاد، 2006ء، ص15

3. ایضاً، ص51

4. ظہور الدین، پروفیسر، "فنِ ترجمہ نگاری"، نئی دہلی: سیمانت پرکاشن، 2006ء، ص20

5. حامد بیگ، مرزا، ڈاکٹر، مغرب سے نثری تراجم، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، 1988ء، ص5

6. Shamsur Rahman Faruqi, The Mirror Of Beauty, New Dehli :Penguin Group, 2013, P:13

7. محولہ بالا نمبر2، ص20

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

8. Ibid. No.6, P:21

9. محولہ بالا نمبر2، ص24

10. Ibid. No.6, P:29

11. Ibid. P: 30

12. شمس الرحمٰن فاروقی، "کئی چاند تھے سرِ آسماں"، کراچی: شہرزاد، ۲۰۰۶ء، ص30

13. Shamsur Rahman Faruqi, The Mirror Of Beauty, New Dehli :Penguin Group, 2013, P: 38

14. Ibid.

15. محولہ بالا نمبر12، ص33

16. Ibid. No. 13, P-40

17. Ibid. P-63

18. محولہ بالا نمبر12، ص:50

19. ۔ ایضاً، ص56

20. ایضاً، ص:59

21. Ibid. No. 13, P-79

22. شمس الرحمٰن فاروقی، "کئی چاند تھے سرِ آسماں"، کراچی: شہرزاد، ۲۰۰۶ء، ص72

23. Shamsur Rahman Faruqi, The Mirror Of Beauty, New Dehli :Penguin Group, 2013, P-99

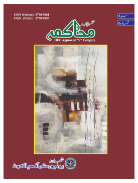

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

24. Ibid. P-117

25. Ibid. P-122

26. Ibid. P-124

27. محولہ بالا نمبر22،ص382

28. ایضاً،ص215

29. Ibid. No. 23, P-310

30. ایضاً،ص753

31. Ibid. No. 23, P-1042